ظہور احمد اظہر

ابو جعفر احمد الضبی

اسلامی اندلس کے ممتاز تذکرہ نگار، مورخ، محدث اور ادیب ابو جعفر احمد بن یحییٰ بن احمد عمیرہ بن یحییٰ الضبی کو اسلامی اندلس کی تذکرہ نگاری کے سلسلے میں ایک اہم کڑی کی حیثیت حاصل ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو ابو عبداللہ الحمیدی کی کتاب جذوۃ المقتبس نے اندلس کی تذکرہ نگاری میں جو خلا چھوڑا تھا اس کو پُر کرنا مشکل ہو جاتا۔ الضبی اندلس کے شہر بلش (Velez) میں پیدا ہوا جو لورقہ کے مغرب میں واقع ہے۔ وہ عرب کے مشہور قبیلے بنو ضبہ سے تھا۔ فتح اندلس کے بعد دیگر عرب قبائل کی طرح اس قبیلے کے لوگ بھی وہاں جا کر آباد ہو گئے تھے۔

الضبی نے ایک ایسے دور میں آنکھ کھولی جو اسلام کی نسبت سیاسی ہنگامہ آرائی، مسلمانوں کی زبوں حالی اور اہل فرنگ کی منظم سازشوں اور یورشوں کا دور کہلانے کا زیادہ مستحق ہے۔ تاہم اس دور میں بھی اندلس کے بعض علمی گھرانوں نے شمعِ دانش کو روشن رکھا۔ الضبی کا خاندان بھی ایسے ہی گھرانوں میں سے ایک تھا۔ اس نے دس سال کی عمر میں ابتدائی علوم سے فراغت حاصل کر لی تھی۔[1] المقری نے اسے اندلس کے ان اہلِ علم میں سے شمار کیا ہے جو اپنے گھر بار کو چھوڑ کر تحصیلِ علم کی خاطر بلادِ مشرق میں وارد ہوئے اور یہاں کے علمی و ثقافتی مرکز سے مستفید و متمتع ہونے کے ساتھ ساتھ حج بیت اللہ اور زیارتِ حرمین سے بھی سرفراز ہوتے رہے۔[2]

اندلس سے نکلنے کے بعد الضبی نے سب سے پہلے شمالی افریقہ کے اسلامی ممالک کی علمی درس گاہوں سے استفادہ کیا اور مختلف شہروں میں گھومتا رہا جن میں سبتہ، مراکش اور بجایہ

۱؎ الاعلام، ج ۱، ص ۲۵۴

۲؎ المقری، ج ۱، ص ۶۱۳

کے شہر بھی شامل ہیں - شمالی افریقہ سے وہ مصر میں وارد ہوا اور اسکندریہ کے شہر میں اس کی ملاقات ابو الطاہر ابنِ عوف سے ہوئی اور اس سے استفادہ کیا۔ الضبی نے مشرق میں جن اہلِ علم سے استفادہ کیا ان میں عبدالحق اشبیلی، ابو الثنار الحرانی، ابنِ بری، ابوالحسین الحرشی اور العربوی بھی شامل ہیں [۵۳]

مشرق سے واپسی پر الضبی نے اندلس کے مشہور شہر مُرسیہ کو اپنے لیے منتخب کیا اور یہاں تدریس و تالیف میں مشغول ہوگیا اور زندگی کا اکثر حصہ اسی مشغلے میں یہیں گزارا [۵۴]

الضبی آخری عمر میں ایک غیر متوقع حادثہ کا شکار ہوگیا جو اس کی موت پر منتج ہوا - اس کا اپنا ایک باغ تھا، ایک دن اس کی دیوار کے سایہ میں آرام کے لیے بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک دیوار گر پڑی اور وہ نیچے دب گیا - جب اسے ملبے کے ڈھیر کے نیچے سے نکالا گیا تو وہ آخری سانس لے رہا تھا - یہ اتوار کی صبح ۲۵ ربیع الثانی ۵۹۹ھ کا واقعہ ہے [۵۵]

احمد بن یحییٰ الضبی کو سرعت کتابت میں بڑا کمال حاصل تھا - کہا جاتا ہے کہ جب وہ مراکش کے شہر سبتہ میں مقیم تھا تو شہر کے گورنر نے ایک خاص اسلوبِ خطی میں مؤطا امام مالک نقل کرنے کی فرمائش کی - یہ نمازِ جمعہ کے بعد کا واقعہ ہے - اگلے جمعہ کو مسجد میں جانے سے پہلے الضبی نے عمدہ خط میں کتاب مکمل کرکے پیش کر دی - کتابت کے فن میں مہارت کے علاوہ تاریخی واقعات میں ثقاہت، صداقت اور حفظ و ضبط میں بھی اسے بہت بلند مرتبہ حاصل تھا - قاضی ابو عبداللہ محمد بن عبدالملک المراکشی کہا کرتا تھا کہ الضبی، اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھا [۵۶] (کان آیۃ من آیات اللہ) -

الضبی کی تصانیف میں اس کے مشہور مطبوعہ تذکرے " بغیۃ الملتمس کے علاوہ چند دیگر تصانیف کا بھی ذکر ملتا ہے - ان میں مطلع الانوار لصحیح الآثار، کتاب الاربعین عن اربعین

---

۵۳ المقری ج ۱، ص ۱۴/۷ ۵۴ الاعلام، ج ۱، ص ۲۵۴

۵۵ الاعلام، ج ۱، ص ۲۵۴ - معجم المؤلفین، ج ۲، ص ۲۰۰ - تکملہ بروکلمان، ج ۱، ص ۵۸۰

۵۶ مقدمۃ بغیۃ الملتمس -

المسلسلات النبویۃ اور فہرسۃ الروایات بھی شامل ہیں۔ لیکن جس کتاب نے اسے حیاتِ جاوداں اور شہرتِ عام عطا کی وہ اس کا مشہور تذکرہ ہے، جو بغیۃ الملتمس فی تاریخ رجال الاندلس کے نام سے موسوم ہے۔ الضبی نے اپنی اس کتاب کے دیباچے میں صراحت سے لکھا ہے کہ یہ کتاب امام ابوعبداللہ محمد بن ابی نصر الحمیدی کی کتاب جذوۃ المقتبس کا تکملہ اور ضمیمہ ہے۔ الحمیدی نے اپنی کتاب میں ۴۵۰ھ تک کی سیاسی، ثقافتی اور علمی تاریخ درج کی ہے اور اندلس کے اہلِ علم وفضل کا جامع تذکرہ ہے۔ الضبی نے اپنی کتاب میں نہ صرف ۴۵۰ھ سے لے کر اپنے عہد (اواخر چھٹی صدی ہجری) تک کے سیاسی وقائع اور علمی تاریخ مرتب کی بلکہ ان اہلِ علم وفضل کا تذکرہ بھی کیا ہے جو الحمیدی کی نظروں سے اوجھل رہ گئے تھے۔[۵]

الضبی نے اپنی کتاب بغیۃ الملتمس میں دوسرے اندلسی تذکرہ نگاروں کے برعکس اسلامی اندلس کی علمی تاریخ اور اہلِ علم وفضل کے مفصل تذکرے سے پہلے اپنے عہد تک کی سیاسی تاریخ کا بھی ایک مختصر مگر جامع خاکہ پیش کیا ہے جس میں طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر کے فاتحانہ داخلے سے لے کر اندلس پر الموحدین کے قبضے تک کا اجمالی تذکرہ موجود ہے۔ مصنف نے اس میں اسلامی تاریخ کے پہلے مرحلے یعنی والیوں یا گورنروں کے عہد کی تاریخ پر روشنی ڈالنے کے بعد عبدالرحمٰن بن معاویہ کے اندلس میں داخل ہونے اور اموی خلافت کے قیام کی داستان بیان کی ہے پھر ملوک الطوائف اور مرابطین اور ان کے زوال کے بعد اندلسی مسلمانوں کی زبوں حالی کا بھی ذکر کیا ہے۔

بغیۃ الملتمس کا ایک دلچسپ پہلو یہ ہے کہ اس کے مصنف نے مقدمے میں سنِ ہجری کی اصل اور آغاز پر مفصل روشنی ڈالتے ہوئے اسلام سے پہلے کے کیلنڈروں اور تقویموں کا بھی ذکر کیا ہے جو دورِ جاہلیت کے عربوں اور دیگر اقوام کے ہاں متداول تھیں۔ ایسی نادر بحث دوسرے تذکرہ نگاروں اور مؤرخوں کے ہاں بہت ہی کم نظر آتی ہے۔

---

[۵] بغیۃ الملتمس، ص ۵ ۔ الاعلام، ج ۱، ص ۲۵۴۔

الضبی نے اپنی کتاب میں تقریباً سولہ سو اہلِ علم و فضل کا تذکرہ کیا ہے جن میں محدث مفسر، قاری، فقیہ، قاضی، شاعر، ادیب، لغوی، نحوی، وزیر، حاجب، شہزادے، بادشاہ و نامور خواتین بھی شامل ہیں۔ لیکن اس تذکرے میں یہ بات شدت سے کھٹکتی ہے کہ اس نے اہلِ علم کا تذکرہ کرتے وقت بخل سے کام لیا ہے اور حالات کو بڑے تکلیف دہ اختصار و اجمال کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس کے سامنے تین نمونے تھے۔ ایک ابن الفرضی کی تاریخ علماء الاندلس، دوسری ابن بشکوال کی کتاب الصلہ اور تیسری الحمیدی کی جذوۃ المقتبس۔ مگر افسوس ہے کہ اس نے موخر الذکر کو اپنا مقتدا و پیشوا بنایا اور ابن الفرضی اور ابن بشکوال کے مفصل اور فاضلانہ اسلوبِ نگارش سے اعراض کیا۔

کتاب کا پہلا ایڈیشن جو میڈرڈ (اسپین) سے شائع ہوا ہے اس میں ایک المناک عیب یہ ہے کہ اس میں جگہ جگہ بیاضات اور خلا موجود ہیں۔ ایڈٹ کرنے والا سطروں کی سطریں خالی چھوڑتا چلا گیا ہے اور اس کے دو سبب ہیں۔ ایک تو محقق کو جو نسخہ دستیاب ہوا اس میں بڑے نقائص تھے اور دوسرے اس کی اپنی کم علمی اور جہالت نے کتاب کا ستیاناس کر دیا ہے۔ جو لفظ اس سے نہیں پڑھا جا سکا یا جو عبارت اس کی سمجھ سے بالاتر تھی اسے گول کر گیا ہے اور خالی جگہ نقطے لگاتا چلا گیا ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ اندلس کے تنگ نظر اور متعصب عیسائیوں نے پہلے تو اندلس سے مسلمانوں کو جلاوطن کیا اور پھر ان کے علمی ذخیروں کو نذرِ آتش کر دیا۔ لیکن بعد کی ہسپانوی نسلوں نے جب اپنے بزرگوں کے اس تعصب اور جہالت کے تذکرے سنے تو سخت نادم و شرمندہ ہوئے اور بدنامی کے داغ مٹانے کے لیے انھوں نے دو کام کیے۔ ایک تو شمالی افریقہ کے مسلمانوں کے علمی کتب خانوں سے قیمتی مخطوطات لوٹ کر اسکوریال لائبریری میں بھر دیئے تاکہ یہ ثابت ہو سکے کہ ان جاہل اور متعصب عیسائیوں نے مسلمانوں کے علمی خزانوں کو سینے سے لگا لیا تھا۔ پھر دوسرا کام یہ کیا کہ اندلسی علما کے کارناموں کو اپنے آبا و اجداد کی میراث قرار دے کر انھیں ایڈٹ کرنے کی ٹھان لی۔ لیکن ان بے چاروں کا دامن چونکہ عربی

زبان اور اسلامی علوم سے بالکل تہی تھا اس لیے وہ مخطوطات کو اچھی طرح سمجھ کر پڑھنے کے قابل نہ تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اندلس کے مسلمانوں کے ان نام نہاد وارثوں نے جو کتابیں ایڈٹ کر کے شائع کیں وہ اغلاط سے بھری پڑی تھیں اور اس کی بدترین مثال الضبی کی کتاب کا یہ ایڈیشن ہے جس کی تحقیق اور اشاعت کا کام ۱۸۸۵ئہ میں ہسپانوی مستشرق کوڈیرا (Codera) نے انجام دیا تھا۔

روح اسلام

از: سید امیر علی
ترجمہ: سید ہادی حسن

سید امیر علی کی شہرہ آفاق کتاب اسپرٹ آف اسلام کا عربی، فارسی اور بعض دوسری اسلامی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس کتاب میں فاضل مصنف نے اسلام کے اساسی ...کی حقانیت اور اس کی عالمگیر تہذیب کی برتری کو عہد حاضر کے عقلی و فلسفیانہ معیار پر پرکھا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسلام نہ صرف اس دور میں جب کہ اس کا ظہور ہوا بلکہ آج بھی انسانیت کے لیے سب سے اعلیٰ اور برتر پیغام ہے۔

اصل کتاب انگریزی زبان کا ایک ادبی شاہکار ہے۔ سید ہادی حسن صاحب نے کتاب کے اردو ترجمے میں اس کی ادبی شان کو برقرار رکھنے کی پوری کوشش کی ہے۔

صفحات: ۱۶ + ۷۲۴ قیمت: ۲۶/۵۰ روپے

ملنے کا پتہ

ادارۂ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور